

نہیں جا سکیں گے تاہم جزوی کامیابی بھی دہشت گرد کارروائیوں کے لیے فراہم کیے جانے والے سرمائے کے سوتے ہری حد تک خٹک کر سکتی ہے۔

[سنٹنی و نیتراب، آئین میں یونیورسٹی آف نیکساس میں دین رست پروفسر امریضنس ہیں۔]

## مجاہدین سے ملاقات

جیسیکا سٹرن\*

تلخیص: ڈاکٹر فخر الاسلام

گزشتہ جوں کے میں مجھے لاہور کے ایک انتہا پسند مذہبی سکول (مدرسے) جامعہ منظور الاسلامیہ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ پاکستان ایک غریب ملک ہے اور یہے بعد دیگرے بدعوان حکومتوں نے اس کی حالت مزید اپتر کر دی ہے۔ اکثر دیہاتی علاقوں میں مفت سرکاری سکول میسر نہیں۔ دوسری طرف دینی مدارس میں غریب طبقے کے بچوں کو تعلیم، خوارک اور ہائش کی مفت سہولتیں فراہم کی جاتی ہے اور اس طرح یہ مدارس ایک بنیادی اور اہم ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ پاکستان میں ہزاروں مدارس ہیں جہاں زیر تعلیم طلباء عام طور پر قرآن سیکھتے ہیں۔ مغرب جدید معاشرے میں رہنے کے لیے جن مضامین کو ضروری خیال کرتا ہے (ریاضی، سائنس اور ادب) وہ یہاں نہیں پڑھائے جاتے یا بہت کم پڑھائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے مدارس جہاد کی تبلیغ کرتے ہیں۔ پاکستانی حکام کے مطابق ۱۰۵ افیض مدرسے انتہا پسندانہ نظریات کے حامل ہیں۔

جامعہ منظور الاسلامیہ کے ہبھتیم پیر سعید اللہ خالد ہیں۔ انہوں نے ایک بڑے کمرے میں مجھ سے ملاقات کی جس میں کتب کی الماریاں رکھی گئی تھیں لیکن ان میں کتابیں موجود نہ تھیں۔ اس مدرسے میں ۳۵۰ طلبہ اقامتی ہیں جبکہ ۱۰۰ طلبہ قرب و جوار سے روزانہ آتے ہیں۔ پیر خالد نے بتایا کہ ان طلباء کی اکثریت ان غریب گھروں سے تعلق رکھتی ہے جو ان کے تعلیمی اخراجات پورے نہیں کر سکتے ہیں۔ میں نے پیر خالد سے پوچھا کہ وہ کس طرح اس مدرسے کے سربراہ بنے؟ انہوں نے کہا کہ وہ بھی ایک مدرسے کے پڑھنے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ان کی پسندیدہ کتاب کون ہے؟ انہوں نے جواب

\* Jessica Stern, "Meeting with the Muj", *Bulletin of the Atomic Scientists*, Jan/Feb 2001, pp. 42-50

دیا ”قرآن بہترین ناول ہے“۔ میں نے ان سے مقبول صوفی گلوکار نصرت فتح علی خان کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ انہیں جانتے ہیں، تو انہوں نے کہا ”مجھے موسیقی کی ضرورت نہیں، موسیقی ان کی ضرورت ہے جو اس کے دلدادہ ہیں“۔ پھر میں نے سائنس کے حوالے سے سوال کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا وہ البرٹ آئن شائن کو جانتے ہیں؟ اس سوال کا طویل جواب دیتے ہوئے آپ نے کہا ”نہیں مجھے سائنس کی کوئی ضرورت نہیں، میں تمہیں بیٹھ کی طرح سمجھ کر کہہ رہا ہوں۔ تم سائنس کا بہت زیادہ یقین رکھتی ہو۔ سائنس ایک حقیر چیز کو قیمتی بناتی ہے جیسے دھات سے ہوائی جہاز۔ کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ تمہیں بھی قیمتی بنا چاہیے؟ انسان کے قیمتی بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس ہستی کے اصولوں کی اتباع کرے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ انسان جہاد سے بیش قیمت بن سکتا ہے۔ موت کا علم کسی کو نہیں اس لیے تمہیں اسلام کی طرف سفر کا جلد از جلد آغاز کرنا چاہیے“۔

میں پیر خالد کے مدرسے میں دوایے طباء سے بھی ملی جو مجاہدین کے بجائے ڈاکٹر بننا چاہے تھے ان کی خواہش پر پیر خالد بوكھلا کر کہنے لگے ”نہیں یہاں آئے ہوئے ابھی چند مہینے ہوئے ہیں۔ جب میں سال بھر کے لیے ان پر کام کروں گا تو یہ بھی مجاہدین بننا پسند کریں گے“۔ مجھے پیر صاحب کی بات کامل یقین ہے کیونکہ جس رعب اور درد بے کے وہ مالک ہیں یہ بے چارے طباء ان کی رضا کی خاطر سب کچھ کریں گے۔

اگرچہ بعض مدارس کا دعویٰ ہے کہ وہ جامعہ منظور الاسلامیہ کے مقابلے میں وسیع تنصیب پڑھا رہے ہیں لیکن ان کے اساتذہ کو بمشکل تعلیم یافتہ کہا جاسکتا ہے۔ ایک اور مدرسے میں ایک استاد جس سے میں نے انٹر یو کیا وہ ریاضی میں جمع تو کر سکتے تھے لیکن ۷۸ سے ضرب نہ دے سکے۔ کئی عشرے پہلے پاکستان کے مشہور مذہبی سکالر اور جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے خالص مذہبی بنیادوں پر دی جانے والی تعلیم کے منفی مضرات سے لوگوں کو متنبہ کیا تھا۔ آپ نے کہا تھا ”جو لوگ تعلیم کے صرف مذہبی پہلو کا انتخاب کرتے ہیں وہ دنیاوی مضامین سے از خود ناواقف ہو رہے ہیں یوں وہ لوگوں کو دور پیش جدید سیاسی مسائل کا حل پیش کرنے سے قاصر ہیں“۔

ہر چند کے مودودی کے یہ مشاہدات مجھے معقول لگ رہے تھے لیکن کئی مدارس کے سربراہوں نے

مجھے تو کتے ہوئے صرف سائنس اور ریاضی پر بنی میرے مشاہدات سے اتفاق نہیں کیا۔ دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ مولانا سمیح الحق نے کہا کہ پاکستان میں جو لوگ مدارس کے نصاب میں وسعت کی بات کرتے ہیں وہ مغرب کے ساتھ مخصوص ایک ”سفرتی کھیل“ کھیل رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امریکہ نے ہماری فوج کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ ہماری فوج اسلامی ہے اور وہ مدارس کی وفادار ہے۔ انہوں نے کہا ”یہ پہلا موقع ہے کہ میں کسی غیر ملکی کے سامنے پچ کو طشت از بام کر رہا ہوں۔“

### رسد کی لکیر (supply line)

پرتشدد نہ ہی انتہا پسندی پر تحقیق کے سلسلے میں گزشتہ دو سال کے دوران میں نے دنیا بھر کے عیسائی، یہودی، ہندو اور مسلم سلیخ گروہوں سے انزو یو کیے ہیں۔ پچھلے جون کو میں جنوبی ایشیا آئی تاکہ پاکستانی مقبوضہ اور بھارتی مقبوضہ کشمیر کے درمیان خون ریز کنشروں لائن کو دیکھ سکوں۔ میرا را وہ تھا کہ مجاہدین سے ملاقات کر کے ان سے پاکستانی مدارس کے بارے میں معلوم کر سکوں۔ یہ مدرسے کب سے ایسے لڑکوں کو تیار کرتے ہیں جو خدا کے نام پر موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔

میں نے کشمیر میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے ”شہداء“ کے خاندانوں سے بھی ملاقاتیں کیں۔ گزشتہ دو سال کے دوران میں مجاہدین سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی رہی ہوں کہ وہ کیا عوامل ہیں جو انہیں بظاہر باری ہوئی جنگ میں تو پوپ کا چارہ بنار ہے ہیں؟

پاکستان کی سی فرقہ پرست تنظیم سپاہ صحابہ کے رہنمای یحیی الرحمٰن انقلابی نے کہا ہے کہ ”آخر کار امریکہ نے یہ معلوم کر لیا کہ یہ مدارس جہاد کے اڈے ہے ہیں تب ہی تو وہ پاکستان پر ان مدارس کو بند کرنے کا دباو بڑھا رہا ہے لیکن اس سے کام نہیں چلے گا۔“

انہوں نے کہا کہ ”مدارس جہاد کے لیے رسد کی لکیر ہیں۔ جہاں بھی ریاست مدارس پر قابو پا لیتی ہے، جیسے مصر اور ارون میں، وہاں جہاد کی آواز خاموش ہو جاتی ہے۔ پاکستان اور افغانستان وہ ممالک ہیں جہاں مدارس میں جہاد کی تبلیغ ممکن ہے۔ امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ اور ایمیل کانسی کا سی آئی اے کے صدر دفتر پر بلہ بول دینا امریکہ کی اس پالیسی کا رد عمل ہے جو وہ پوری دنیا پر اپنا عالمی نظام مسلط کرنا چاہتا

ہے۔ امریکہ جہاد کو ختم کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی اس کوشش سے دہشت گردی مزید بڑھے گی۔ ہم غیر ملکیوں کو بھی اس مقصد کے لیے تربیت دے رہے ہیں کہ وہ اپنے ممالک میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے جہاد برپا کریں۔ ہم اپنے نصاب میں تبدیلی کر کے امریکہ کی خواہش کبھی پوری نہیں کریں گے۔

### بیٹوں کا عطیہ

جن گھروں کے بیٹے شہید ہو جاتے ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہے؟ اکثر ماڈس نے مجھے بتایا کہ انہیں اس بات سے خوشی ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو جہاد کے لیے وقف کر دیا۔ اس لیے کہ ان کے بیٹے الگ جہاں میں ان کے کام آئیں گے جو اصل زندگی ہے۔ ایک شہید کے والد قربان حسین نے کہا: ”جو اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہوتا ہے اور جنت میں اپنے خاندان کے ستر افراد کے لیے جگہ حاصل کرتا ہے۔“

جن خاندانوں کے بچے شہید ہو جاتے ہیں وہ معزز بن جاتے ہیں۔ قربان حسین نے کہا ”اب تو ہر کوئی میری عزت کرتا ہے کہ میں ایک شہید کا باپ ہوں۔ جب کسی گاؤں میں کوئی شہید ہوتا ہے تو اس سے دیگر والدین کو حوصلہ ملتا ہے اور وہ اپنے بچوں کو جہاد میں شامل کرتے ہیں۔ یوں پورے گاؤں میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے۔“

شہداء کے خاندانوں کی کفالت کے لیے تنظیم کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک تنظیم شہداء نے پاکستان میں ۳۰ ملیون روپے خرچ کیے ہیں۔

میں ایک خاندان سے ملنے ایک ایسے علاقے میں گئی جہاں نکاس کی نالیاں کھلی تھیں لیکن سینٹ سے بنا ہوانیا مکان فاؤنڈیشن کی مدد سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس سے قبل یہ مکان گارے سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی پر مشتمل تھا۔ اس گھر کا ایک فرزند ظفر اقبال جب کشمیر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوا تو فاؤنڈیشن نے نہ صرف یہ کہ اس کے والد حسیب اقبال کا کافی سارا قرض ادا کیا بلکہ شہید کے والد کے لیے کاروبار کا انتظام بھی کیا۔ اب گاؤں میں ان کی اپنی دودکا نیں ہیں۔

ہے۔ امریکہ جہاد کو ختم کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی اس کوشش سے دہشت گردی مزید بڑھے گی۔ ہم غیر ملکیوں کو بھی اس مقصد کے لیے تربیت دے رہے ہیں کہ وہ اپنے ممالک میں اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے جہاد پا کریں۔ ہم اپنے نصاب میں تبدیلی کر کے امریکہ کی خواہش کبھی پوری نہیں کریں گے۔

### بیٹوں کا عطیہ

جن گھروں کے بیٹے شہید ہو جاتے ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہے؟ اکثر گاؤں نے مجھے بتایا کہ انہیں اس بات سے خوشنی ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو جہاد کے لیے وقف کر دیا۔ اس لیے کہ ان کے بیٹے الگ جہاں میں ان کے کام آئیں گے جو حاصل زندگی ہے۔ ایک شہید کے والد قربان حسین نے کہا: ”جو اپنی جان اللہ کے راستے میں قربان کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہوتا ہے اور جنت میں اپنے خاندان کے سترافراد کے لیے جگہ حاصل کرتا ہے۔“

جن خاندانوں کے بچے شہید ہو جاتے ہیں وہ معزز بن جاتے ہیں۔ قربان حسین نے کہا ”اب تو ہر کوئی میری عزت کرتا ہے کہ میں ایک شہید کا باپ ہوں۔ جب کسی گاؤں میں کوئی شہید ہوتا ہے تو اس سے دیگر والدین کو حوصلہ ملتا ہے اور وہ اپنے بچوں کو جہاد میں شامل کرتے ہیں۔ یوں پورے گاؤں میں جوش و خروش پیدا ہوتا ہے۔“

شہداء کے خاندانوں کی کفالت کے لیے تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک تنظیم شہداء کے اسلام فاؤنڈیشن کو جماعت اسلامی نے قائم کیا۔ اس تنظیم کا دعویٰ ہے کہ ۱۹۹۵ء سے لے کر اب تک اس نے پاکستان میں ۳۰ ملین روپے خرچ کیے ہیں۔

میں ایک خاندان سے ملنے ایک ایسے علاقے میں گئی جہاں نکاس کی نالیاں کھلی تھیں لیکن یمن سے بنا ہوانیا مکان فاؤنڈیشن کی مدد سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اس سے قبل یہ مکان گارے سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی پر مشتمل تھا۔ اس گھر کا ایک فرزند ظفر اقبال جب کشمیر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوا تو فاؤنڈیشن نے نہ صرف یہ کہ اس کے والد حبیب اقبال کا کافی سارا قرض ادا کیا بلکہ شہید کے والد کے لیے کاروبار کا انتظام بھی کیا۔ اب گاؤں میں ان کی اپنی دودکانیں ہیں۔

ظفر اقبال شہید کا جنازہ کشمیر میں آٹھ ہزار افراد نے پڑھا۔ اس کی والدہ نے مسکراتے ہوئے نئے مکان کو دیکھا اور کہنے لگی ”اللہ ہماری مد کر رہا ہے۔“ اس کے شہر نے اپنے ۱۰ اسلامہ بیٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ انہیں بھی اللہ کے حوالے کریں گے۔ انہوں نے بتایا کہ مذکورہ بچہ سرکاری سکول میں پانچوں جماعت تک پڑھنے کے بعد ادار العلوم میں داخلہ لے گا وہاں اسے ڈینی اور جسمانی طور پر جہاد کے لیے تیار کیا جائے گا۔ میں نے بچے سے پوچھا کہ وہ بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ ”مجاہد“ اس نے جواب دیا۔

### افغانستان سے تعلق

پاکستان میں جہادی کلپن فروع پار ہا ہے۔ اس کے ڈائل ۱۹۸۰ء کے عشرے میں افغانستان میں شروع ہونے والی خانہ جنگی سے ملتے ہیں جب امریکیوں نے رویسوں سے لڑنے کے لیے مجاہدین کو تربیت دینا شروع کی۔ پاکستان کے ایک دانش و راقبال احمد (مرحوم) نے کچھ عرصہ پہلے لکھا تھا:

”سودیت افواج ۱۹۸۹ء میں افغانستان سے واپس چل گئیں لیکن جہاد کا جو تصور بیسوں صدی میں دھندا چکا تھا وہ دوبارہ زندہ ہو گیا۔“

افغان مجاہدین کو مالی اور جنگی تربیت دے کر امریکہ نے وہ کچھ کیا جو آج اس کی سلیمانیت کے لیے خطرہ بنا ہوا ہے۔ اقبال احمد نے ۱۹۹۹ء میں لکھا:

”اسلحہ اور منشیات کے تاجر دن نے اس موقع کو غیرمت جانا اور وہ اس کا حصہ بن گئے اور خدا، بندوق اور سونے کے نام پر تجارت کرنے والے ایک غیر رسمی رشتہ میں ملک ہو گئے۔“

۱۹۸۰ء کے عشرے سے لے کر اب تک جہاد لا تعداد پاکستانیوں، عربوں اور افغانوں کا فلسفہ حیات بن چکا ہے۔ اسلحہ کی تجارت ویسے بھی منفعت بخش تھی کہ جہاد کشمیر نے جلتی پر تسلیم کا کام کر دیا۔ پاکستانی حکومت مداخلت کی بجائے تجسس (عارفانہ) سے کام لے کر جہادی کلپن فروع دے رہی ہے۔ اگرچہ حکومت مذہبی اتحصال کے خطرناک مضرات سے لوگوں کو متینہ کر رہی ہے لیکن جزل مشرف نے پاکستانی نوجوانوں کی تربیت اور انہیں جہاد پر بھیجنے کے سلسلے میں جہادی تنظیموں اور مدارس کو حلی چھٹی دے رکھی ہے۔

پاکستان میں فرقہ وارانہ تشدد کو ابھار بے بغیر کشیر کا جہاد فروع نہیں پا سکتا کیونکہ دو تحریکیں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل طور پر مربوط ہیں یعنی ہندوؤں کے خلاف کشیر میں جہاد اور پاکستان میں شیعوں کے خلاف جہاد کی تحریک۔ گزشتہ دس سالوں میں فرقہ پرست دہشت گروں نے (سابق) وزیر اعظم نواز شریف پر قاتلانہ حملے کے علاوہ ہزاروں پاکستانیوں کو قتل اور محروم کیا ہے۔

مجیب الرحمن انقلابی نے بتایا کہ پاکستان میں سپاہ صحابہ کو دیوبندی مکتب فکر کے مدارس پر گھر اڑو نفوذ حاصل ہے۔ ان کے مطابق دیوبندی مدارس جہاد کشیر میں مصروف جاہدین کی بڑی تعداد کو فکری تربیت فراہم کر رہے ہیں۔ پاکستان کے مشہور فرقہ پرست دہشت گرد ریاض برا نے مفسروری کا زیادہ وقت ان افغان کمپیوں میں گزارا جہاں کشیری مجاہدین کو تربیت دی جاتی تھی۔ نواز شریف پر قاتلانہ حملے کے الزام میں پکڑے جانے والے ملزمون کو ترکت المجاہدین نے افغان صوبہ خوست میں تربیت دی تھی۔ جوں کے مہینے میں میری ملاقات سپاہ صحابہ کے ایسے سابق کارکنان سے ہوئی جو اس تنظیم کو چھوڑ کر جہاد کشیر کے لئے برس پیکار تنظیموں میں شامل ہوئے تھے۔

جہادی تنظیموں کی تعداد کے بارے میں متضاد تخمینے سامنے آتے ہیں تاہم بہت سے امریکی، پاکستانی اور بھارتی ماہرین کا خیال ہے کہ ہزار ہاتھ تربیت یافتہ مجاہدین کی بھی وقت کشیر جانے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ بھارتیوں کو یقین ہے کہ کشیر کے اندر یہ تعداد ۲ سے ۳ ہزار تک ہے۔ ہندوستانی حکومت کا کہنا ہے کہ گزشتہ عرصے میں یہ مجاہدین زیادہ تربیت یافتہ اور پر تشدد بن گئے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اب وہ بندوق کی بجائے ریبوٹ کنٹرول سے ہموں کے دھاکے کرتے ہیں اور وارلیس سسٹم کے ذریعے آپس میں مسلسل رابطہ رکھنے ہیں۔ (مجھے وارلیس سسٹم کے بارے میں علم دو مجاہدین کے والدین کے ذریعے ہوا جو بھی مظفر آباد سے اپنے بیٹوں سے گفتگو کر کے آرہے تھے)۔

مجاہدین کو ملنے والے اسلحہ اور تختہ بھی مواد کے ذرائع کی کو معلوم نہیں۔ بھارتی حکام کہتے ہیں کہ اے۔ کے۔ ۷۷ قسم کی بندوقیں ۱۹ مختلف ممالک میں بنتی ہیں اور آتش گیر مادوں پر کوئی لیبل نہیں ہوتا جس سے بنانے والے ملک کی پیچان ہو۔

کشیر میں برس پیکار ایک پاکستانی تنظیم کے عہدیدار نے مجھے بتایا کہ کس طرح وہ جنگ میں

مصروف مجاہدین کو بسا اوقات خفیہ کارروائیوں پر مأمور کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا:

”ہمارے لوگ دریائے راوی کے ذریعے آزاد جموں سے مقوضہ جموں تیرتے ہوئے جاتے ہیں ایک عام مجاہد سے۔ اتنک بھارتی سرحد پولیس والوں کو قتل کرتا ہے۔ پھر ہم اس مجاہد کو خوب بیدہ (sleeper) بنادیتے ہیں۔ وہ اس طرح کوہ جموں کے رہائشی علاقوں میں مکان کرائے پر لیتا ہے اس کے بعد کوئی کام شروع کرتا ہے اور پھر غالب ہو جاتا ہے۔ جموں کچھ عرصہ رہنے کے بعد عام طور پر یہ لوگ دہلی کا رخ کرتے ہیں جہاں وہ پنجابی ہندوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔“

انہوں نے کہا کہ دہلی جانے والوں کی تعداد کا انحصار پاکستانی آئی ایس آئی کی مدد پر ہے۔ انہوں نے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا:

”ہمارے لوگوں کی حرکت اس قدر سائنسی ہے کہ بھارتی ایجنسی ان کی بوتک نہیں سوٹھ سکتی۔ جب وہ دہلی چھپتے میں کامیاب ہوتے ہیں تو وہ غریب کشیری مسلمانوں کو ڈھونڈ کر انہیں ان کے آئینی حقوق کے بارے میں بتاتے ہیں۔ یہ کشیری جو عام طور پر مزدور ہوتے ہیں آٹھ چار پانچوں پر مشتمل کرے میں رہتے ہیں۔ ہر آٹھ گھنٹے بعد کام کی شفت تبدیل ہونے کے بعد نئے مزدور اس کرے میں آرام کرنے آتے ہیں۔ یوں اس چھوٹے کرے میں کل ۱۲۳ افراد رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ ہمارے لوگ ان غریب کشیریوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان میں بعض کوارڈ سکھاتے ہیں ان میں کچھ لوگ ہندو یا سکھ مذہب اختیار کر چکر ہوتے ہیں، ہم ان کو مذہبی کتابیں دے کر انہیں دوبارہ مسلمان بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔“

مذکورہ عہدیدار نے اپنا بیان چاری رکھتے ہوئے کہا:

”یہ کام بہت مشکل ہے کیونکہ دنیا وی ترغیبات تو ہر جگہ ہوتی ہیں۔ ان کشیریوں کو بہت کم پیوں میں نوجوان راجستھانی لڑکیاں اور شراب میسر ہو جاتی ہے۔ اس ماحول کو وہ جنت سمجھتے ہیں، اس لیے وہ کشیر کی غربت میں واپس جانے کو تیار نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ

کشمیر کی مدد کریں، رقم کمائیں اور اس میں سے کچھ پیسے کشمیریوں کی مدد کے لیے بھی بھیجنیں۔ بعضیہ اس وقت جبکہ ہندو قوم پرست بابری مسجد کے احاطے میں مندر بنانے کا اعلان کر رہے تھے ہمارے خفیہ مجاہدین کشمیری مسلمانوں کو منظم کرنے میں مصروف تھے۔

## جہاد یاد ہشت گردی؟

پاکستان کے چیف ایگر یکٹو ہرzel پرو یونیورسٹری کے بنیاد پرستوں کے بارے میں سخت روایے سے زیادہ ان کی حکومت کا ان عناصر سے تعلق نمایاں حقیقت ہے۔ امریکی شیعیت ڈیپارٹمنٹ کی دہشت گردی کے بارے میں جاری ہونے والی حالیہ روپورٹ پاکستانی حکومت کے اس دعوے کو باطل قرار دے رہی ہے کہ وہ جہادی تنظیموں کو مادی مدد نہیں دے رہی۔ اگرچہ مغلولوں میں بعض پاکستانی حکام یہ تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستان جہادی تنظیموں کی کارروائیوں کے لیے سہوتیں ضرور فراہم کر رہا ہے جن میں کنٹرول لائن کے ذریعے بھارت کے زیر تسلط کشمیر میں داخل ہونا شامل ہے۔

اگر مشرف اعتماد پسند اسلام کو پاکستان کے مستقبل کا رہنمای اصول بنانے میں واقعی خیریدہ ہیں (جیسا کہ انہوں نے حالیہ نشری تقریر میں دعویٰ کیا ہے) تو انہیں اس حمایت سے دست کش ہونا پڑے گا۔ اب تک تو ایسا کرنے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا انہیں بنیاد پرست مدارس کو نصاب کی تبدیلی اور پرتشدد جہاد کی تبلیغ و اشاعت کی روک ھقام پر مجبور کرنا ہو گا۔ اگرچہ ان کی حکومت نے مدارس کے خلاف کارروائی شروع کی ہے لیکن میں جتنے بھی لوگوں سے ملی وہ حکومتی اصلاحات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بعض پاکستانی حکام چنی مغلولوں میں یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ پاکستان کو مجاہدین کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ ہندوستان کو باور کرایا جاسکے کہ کشمیر کا فوجی حل ممکن نہیں۔

کنٹرول لائن پر متعین ایک پاکستانی کمائٹر نے کہا کہ اگرچہ تعداد کے لحاظ سے ہندوستان کی روایتی افواج پاکستان سے کئی گنازیادہ ہیں لیکن ان کے سپاہی ڈنی باؤ کا شکار ہیں جس سے ان کا مورال گر رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ دوسری طرف مجاہدین اپنے نئی برحق موقف کے سبب مضبوط تر ارادے کے حامل نظر آ رہے ہیں۔ اگرچہ کنٹرول لائن پر متعین بھارتی افواج کے مقابلے میں مجاہدین کی تعداد کافی کم ہے

تاہم مقابلہ دو بدو ہو تو مجاہدین ان سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ بھارتی افواج کا مجاہدین سے خائن ہونے کا خیال نہ صرف مجاہدین بلکہ پاکستانی فوجی حلقوں میں بھی عام ہے۔

مشرف ان مجاہدین کو دہشت گردی بجائے آزادی کے جنگجو قرار دے کر مغرب کے اس رویے کو مسترد کرتے ہیں جس کے تحت وہ جہاد کو دہشت گردی سے خلط ملط کرتا ہے تاہم اس طرز استدلال میں کئی خامیاں ہیں۔ کشمیر میں دراندازی ابھی تک اس خطے پر بھارتی قبضے کے عزم میں کمی نہیں لاسکی ہے بلکہ پاکستان کی طرف ان کا رو یہ سخت تر ہوتا جا رہا ہے۔ بھارتی وزیر اعظم اٹل بھاری واچاپی نے اس وقت تک مشرف سے ملنے سے انکار کر دیا ہے جب تک پاکستان مجاہدین کے تشدیک ختم نہیں کرتا۔

گزشتہ جوں میں ایک پاکستانی افسر نے مجھے بتایا کہ بنیاد پرست جہاد کی غلط تعبیر پیش کرتے ہیں۔ ان صاحب کے مطابق اسلامی دانشوروں کی بڑی تعداد حضرت محمدؐ کی تعلیمات کی روشنی میں روحانی جہاد پر زور دیتے ہیں جس کے مطابق اللہ کے احکام کی بیروی ”جہاد اکبر“ اور قبال ”جہاد اصغر“ ہے۔ ایک دانشور تو یہاں تک کہتا ہے کہ قرآنؐ کی بھی صورت میں انسان کو قتل کرنے سے منع کرتا ہے۔

انسانی حقوق کی تنظیمیں کہتی ہیں کہ ۱۹۹۰ء کے اوائل سے شروع حملوں میں ہندوستانی افواج اور کشمیر پول دونوں نے شہری آبادی کو نشانہ بنایا ہے۔ بھارت کے مطابق متعدد پاکستانی جو پڑے گئے ہیں یہ اعتراف کر چکے ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کے اندر کارروائیاں کیں۔ ان کی ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۳ء میں طفیل رشید راجپوت کو سینی کے مرکزی ریلوے اسٹیشن پر بم نصب کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا تھا۔ ۱۹۹۴ء میں عبدالحسین کو حراست میں لے لیا گیا انہوں نے اقبال جرم کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۹۶ء میں بے پور سینیڈیم میں دھماکہ اور اسی وقت آگرہ میں سویٹن کے ایک سیاح کا قتل انہوں نے کرایا تھا۔ متنیں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ حرکت الانصار نامی تنظیم نے تاج محل آگرہ کو بم سے اڑانے کا منصوبہ بنایا تھا تا کہ اس کے ذریعے مسئلہ کشمیر کی طرف دنیا کی توجہ مبذول کرائے۔ حقوق انسانی کی تنظیموں نے اپنی رپورٹوں میں لکھا ہے کہ جہادی گروہ کشمیر میں بسوں، دوکانوں اور دوسرے مقامات کو بسوں سے نشانہ بناتے ہیں۔

جب جہادی تنظیمیں نہیں لوگوں کو نشانہ بنائیں تو کیا یہ دہشت گردی ہے؟ اس سوال کا جواب ہے